بسم اللہ الرحمن الرحیم

لڑکی شادی کیوں کرتی ہے

مجتہد العصر حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑیؒ

ناشر
مکتبہ تنظیم اہلحدیث
رام گلی ۵ چوک دالگراں۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لڑکی شادی کیوں کرتی ہے

www.KitaboSunnat.com

مجتہد العصر حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ

ناشر

مکتبہ تنظیم اہلحدیث

رام گلی ۵ چوک دالگراں ۔ لاہور

قیمت : ڈیڑھ روپیہ

1/50

یہ ایک اُستانی کا کالج کی لڑکیوں سے سوال ہے۔ لڑکیوں نے اپنی سمجھ کے مطابق جو کچھ جواب دیا، اُستانی نے اس کو غلط قرار دے کر اپنے تجربہ کی بناء پر صحیح لائن بتائی۔ ہم نے کتاب و سنّت کی روشنی میں اس پر تبصرہ کیا۔ کیونکہ اصل صحیح لائن انسان کے لئے کتاب و سنت ہی ہے۔ یہ مختصر سا خاکہ ہے۔ تفصیل آگے پڑھیے۔ یہ مضمون جیسے دلچسپ ہے، ویسے ہی مفید بھی ہے۔ امید ہے کہ قارئین کرام اس سے محظوظ اور مستفید ہوں گے۔

واللہ الموافق

پیش لفظ

دنیوی زندگی میں اپنے اپنے نظریوں کے تحت لوگوں کے مختلف مقاصد ہوتے ہیں۔ ازدواجی زندگی، دنیاوی زندگی کا ایک اہم شعبہ ہے۔ اس کے متعلق بھی لوگوں کے مختلف نظریے اور الگ الگ مقاصد ہیں۔ فطری طور پر جوڑے میں قدرت نے کشش رکھی ہے جو آپس میں مودّت اور محبت کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:۔

وَمِنْ اٰیَاتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ (پ۲۱-۶)

ترجمہ:۔ قدرت کی نشانیوں سے ایک یہ نشانی ہے کہ خدا نے تمہاری جانوں سے تمہاری بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان کی طرف آرام پکڑو اور تمہارے درمیان محبت اور شفقت پیدا کر دی۔ بیشک اس میں نشانیاں ہیں اس قوم کے لئے جو غور و فکر کرتی ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیوی کو سکون اور آرام فرمایا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ دنیا میں آرام اور راحت کے بہت سے سامان ہیں، مگر جو ازدواجی زندگی میں لطف ہے وہ کسی اور چیز میں نہیں، بعض روایات میں آیا ہے کہ آدم علیہ السلام

جنت میں اداس اداس رہتے، ایک دن خواب سے بیدار ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ مائی حوا پاس بیٹھی ہیں، پوچھا تو کون ہے ؟ کہا میں تیری بیوی خدا نے مجھے تیری محبت اور الفت کے لئے پیدا کیا ہے بس اس دن سے آدم علیہ السلام کی اداسی دور ہو گئی۔ اور خوش خوش رہنے سہنے لگے اسی پر کسی نے کہا ہے۔

ع محبت ہے عجب بازی لگائے جس کا جی چاہے

کاش آدم علیہ السلام درخت ممنوعہ کا پھل نہ کھاتے تو طرح طرح کے مصائب نہ اُٹھاتے اور نہ اولاد کو ان مصائب میں ڈالتے مگر ع

ہوتا وُہی ہے جو منظور خدا ہے

خیر اس وقت جو کچھ ہوا سو ہوا اب اس سے بھی زیادہ ممنوعات کا ارتکاب ہو رہا ہے اب خدا جانے کونسی مصیبتوں کا سامنا ہو۔ خدا محفوظ رکھے۔ آمین دنیا کو اس پر دلیری ہے کہ خدا غفور الرحیم ہے لیکن دنیا پوری آیت نہیں پڑھتی پوری آیت یوں ہے۔

نَبِّئْ عِبَادِيْ أَنِّيْ أَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ وَأَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيْمُ (پ۱۴ - ع ۴)

ترجمہ: "میرے بندوں کو خبر دے دے بیشک میں غفور رحیم (بہت بخشنے والا مہربان) ہوں اور یہ بھی یہ خبر دیدے کہ میرا عذاب بھی (بڑا) دردناک ہے"۔ اس موقعہ پر کسی عربی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے ؎

تَصِلُ الذُّنُوْبَ إِلَى الذُّنُوْبِ وَتَرْتَجِيْ

دَرَجَ الْجِنَانِ وَنَيْلَ الْعَابِدِ

أَتَنسیٰ ربّکَ حِینَ اقتَرَفتَ ادَماً
مِنھَا اِلَی الدُّنیَا بِذَنبٍ وَّاحِدٍ

(ابن کثیر جلد اول ص۸۱)

ترجمہ:۔ تو گناہ پر گناہ کرتا ہے اور امید کرتا ہے۔ جنت میں داخل ہونے کی اور نیک بندے کے مقام تک پہنچنے کی، کیا تو اپنے رب کو بھول گیا جبکہ اس نے ایک ہی گناہ پر آدم کو جنت سے نکال دیا۔

بات دوسری طرف نکل گئی یہاں یہ بیان ہو رہا تھا کہ ازدواجی زندگی بڑی پُرلطف زندگی ہے، دنیا اس کے متعلق بہت کچھ سوچتی ہے اور اس کا بڑا اہتمام کرتی ہے، جتنا دنیا میں کوئی بڑا ہو خواہ سرمایہ دار ہو یا برسرِاقتدار ہو اس کے مکاتیب افکار اس میں زیادہ باعثِ انتشار ہیں خاص کر صنفِ نازک، کیونکہ عورت جانتی ہے کہ کل میں کسی گھر کی خاتون بننے والی ہوں۔ وہ سوچتی ہے کہ میں کیا نظریہ لیکر اس گھر میں داخل ہوؤں، تاکہ میرے جانے سے اس گھر کے حالات پہلے سے بہتر ہوجائیں کیونکہ گھر بننے سے اندر باہر کے سب حالات درست ہوجاتے ہیں، ورنہ سارا معاملہ درہم برہم ہوجاتا ہے نہ گھر رہتا ہے نہ باہر۔

یہ نظریہ دنیا تجربہ کے بعد اپنے طور پر بھی قائم کرتی ہے مگر صحیح وہ ہے جو شریعت کی روشنی میں ہو۔ چنانچہ یہ رسالہ اسی موضوع پر لکھا گیا ہے۔ اس میں دونو قسم کے نظریوں کا بیان ہے مگر زیادہ تفصیل نہیں ہوسکی، بقدرِ ضرورت پر اکتفا کی گئی ہے، زیادہ تفصیل کے لئے مرأۃ العروس اور خاوند بیوی[1] وغیرہ اور قرآن وحدیث

[1] یہ مولوی نذیر احمد مرحوم دہلوی کی تصنیف ہے جن کا مترجم قرآن مجید اور حمائل شریف مشہور

اور سلف اور بزرگوں کے حالات پڑھیے، خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ علم کے بعد عمل کی توفیق بخشے اور اس میں اخلاص عطا فرمائے اور اسی پر خاتمہ کرے۔

اللھم اجعل اعمالنا کلھا صالحۃ واجعلھا لوجھک خالصۃ ولا تجعل لاحد فیھا شیئا۔ آمین

مشہور ہیں، یہ کتاب انہوں نے تجربہ کی بناء پر گھریلو زندگی کے متعلق بڑی تفصیل سے لکھی ہے، اس پر حکومت انگریزیہ سے ایک ہزار روپیہ انعام بھی ملا، اس قسم کی دیگر علماء نے بھی اپنے تجربہ کی بناء پر کتابیں لکھی ہیں ان کا مطالعہ بھی مفید ہے۔

[1] یہ کتاب ایک ہندو کی لکھی ہوئی ہے، اس میں بہت مفید باتیں ہیں۔

لڑکی شادی کیوں کرتی ہے؟

ایک استانی نے تین لڑکیوں سے پوچھا ——— لڑکی شادی کیوں کرتی ہے؟ اور اپنے باپ کے گھر پر شوہر کے گھر کو ترجیح کیوں دیتی ہے؟

۱۔ پہلی لڑکی بولی ——— میں اسے اس لئے پسند کرتی ہوں کہ گھر کی مالکہ بنوں گی اور میرا بھی ایک مقام ہوگا۔ لڑکی جب تک اپنے باپ کے گھر پر رہتی ہے اس کی کوئی قیمت اور کوئی حیثیت نہیں رہتی، وہ ہمیشہ اطاعت گذار رہتی ہے۔ اس کی اطاعت کوئی نہیں کرتا۔

۲۔ دوسری نے کہا ——— سب سے بڑی چیز جو مجھے اپنے ابا جان سے جدائی پر آمادہ کرتی ہے یہ ہے۔ کہ زرق برق لباس اور بیش قیمت زیورات پہن کر اپنی سہیلیوں میں فخر کر سکوں گی۔

۳۔ اور تیسری نے اظہار خیال کیا۔ کہ مجھے اپنے شوہر کا گھر دوسرے تمام گھروں کے مقابلے میں اس لئے پسند ہے کہ میں وہاں غلامی کا جوا اپنی گردن سے اتار کر آزادی کا سانس لے سکوں گی۔

استانی نے جواب دیا:۔

لڑکیو! تمہیں یاد ہونا چاہیئے کہ تم میں ایک کا جواب بھی خالی از خطا نہیں

ہے۔ تم میں سے پہلی خودسری اور خودپرستی کے جذبے کے تحت شادی کرنا چاہتی ہے۔

دوسری اس رشتے سے اس لئے دلچسپی رکھتی ہے کہ وہ اس کے واسطے زینت وآرائش ونمائش کی بساط بچھائے گا۔

اور تیسری شخصی آزادی اور والدین کی قیدوبند سے چھٹکارا پانے کا تنہا ذریعہ سمجھتی ہے اب میں تم میں سے ہر ایک کی غلطی تفصیل سے بیان کرتی ہوں۔

پہلے جواب کی غلطی یہ ہے کہ جو لڑکی باپ کے گھر اپنی حیثیت نہیں بناتی، وہ شوہر کے گھر میں بھی کوئی مرتبہ اور مقام حاصل نہیں کرسکتی اور نہ اسی پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ جس لڑکی کا اپنے باپ کے گھر میں وجود یا عدم وجود برابر ہو اور جس لڑکی کی جدائی گھر والے ٹھنڈے پیٹوں برداشت کرلیں وہ اپنے شوہر کے گھر میں ہرگز کسی اہمیت کی مالک نہیں ہوسکتی۔ لیکن جو لڑکی اپنے باپ کے گھر کا خیال رکھتی ہے اور اس کے بنانے سنوارنے میں اپنی راتوں کی نیند قربان کرتی ہے اور اپنے والدین اور رشتہ داروں کے نزدیک ایک بلند مقام پر فائز رہتی ہے اور ان کے دلوں میں اپنی جگہ بناتی ہے۔ ایسی لڑکی جب وداع ہوتی ہے تو اس کے ماں باپ اور عزیز واقارب کے دل شدت غم سے پھٹے جاتے ہیں اس لئے کہ وہ ان میں ایسا خلاء چھوڑ جاتی ہے جسے پر کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا یہ اس تجربہ اور تعلیم سے مستزاد ہے جو وہ اپنے باپ کے گھر میں گھر کی دیکھ بھال اور خدمت سے حاصل کرتی ہے۔

ایک شخص نے اپنی بیٹی کے بارے میں کہا تھا۔ میں اس کی شادی نہیں کرنا

چاہتا۔ اس لئے کہ مجھے اپنے میں کوئی اس کا قائم مقام دکھائی نہیں دیتا۔

ایک اور دولت مند شخص کا اپنی بیٹی کے متعلق قول ہے کہ

اگر مجھے اپنی دولت اور بیٹی میں کسی ایک کے انتخاب کے لئے کہا جائے تو میں دولت چھوڑ دوں گا اور اپنی بیٹی کو قبول کرلوں گا۔ ان حالات میں جو لڑکی اس لئے شادی کرنا چاہتی ہے کہ اس کے میکے میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے اس کے واسطے یہی بہتر ہے کہ وہ شادی نہ کرے کیونکہ بیوی بننے کے بعد بھی وہ اپنے مقصد کو نہ پہنچ سکے گی۔

دوسرے جواب کی غلطی یہ ہے کہ جو لڑکی زرق برق بیش قیمت زیورات اور نمود و نمائش کی امید میں شادی کرتی ہے اسے کان کھول کر سن لینا چاہیئے کہ یہ چیزیں اس قدر قیمت سے خالی ہیں جو وہ اپنے ذہن میں ان سے وابستہ کئے بیٹھی ہے۔ اس لئے کہ جو لڑکی اس مقصد کے تحت شادی کرتی ہے، وہ زندگی کے زوال پذیر نمائشی پہلوؤں سے چمٹ کر حقیقی عزت و شرف سے اپنے تئیں محروم کرلیتی ہے۔ ایسی صورت میں لڑکی کو اپنے شوہر کی دولت و ثروت سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ جب اس کی اپنی زندگی سختی و بدبختی میں ہے۔

کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ شوہر دولت سے تہی جیب ہو کر پائی پائی کو محتاج ہوجائے اور شوہر کی محتاجی اسے بھی بدحالی کے غار میں دھکیل دے۔

سب سے بڑی چیز جس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے اعلیٰ تربیت ہے جو تمام خوش بختیوں کی بنیاد اور زندگی کی ساری بھلائیوں کا سرچشمہ ہے اس لئے لڑکی کو چاہیئے

کہ وہ اپنے مستقبل کے بارے میں سوچے اور ان لباس وزیورات کی طرف دیکھنے سے پہلے جو قائم و دائم اخلاق کے برعکس آنی وفانی ہیں، اپنے وطن اور اپنے گھر کے فرائض کو پہچانے۔ دس پانچ نہیں ہزاروں مثالیں ہیں کہ جس لڑکی نے ذہنی آسودگی کو مالی آسودگی پر ترجیح دی۔ وہ کامیاب و کامران ہوئی اور جس لڑکی نے مالی فراغت کو ذہنی فراغت پر مقدم سمجھا اس کی ساری زندگی مایوسی و محرومی کا شکار ہو گئی اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی لڑکی نے جذبات کی صحیح قدر پہچانی اور دوسری لڑکی نے بُری تربیت کے زیر اثر انہیں جھٹلایا۔

اور تیسری لڑکی کی غلطی یہ ہے کہ وہ شتر بے مہار ہونے کے لئے شادی کرنا چاہتی ہے ہم اس پر واضح کئے دیتی ہوں کہ وہ صریحاً غلطی پر ہے۔ کیونکہ اس پر شوہر کی اطاعت فرض کی گئی ہے، اسے اپنے والدین کی حکومت سے نکل کر اپنے شوہر کی حکومت میں جانا ہے۔ آزادی کی کچھ حدود ہیں جنہیں پھاندنا کسی طرح جائز نہیں ....، کتنی حیرت کی بات ہے کہ لڑکی اپنے باپ یا اپنے شوہر کی نگرانی کو اپنے لئے قید سمجھے۔

مشیّت الہٰی نے طے کر دیا ہے کہ مرد عورتوں پر بالادست ہیں اور یہ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کا قانون ہے جس کے متعلق خدائے بزرگ و برتر اپنے کلام پاک میں فرماتے ہیں:۔

"اور تم کبھی اللہ کے قانون کو بدلنا نہ پاؤ گے۔"

لڑکی اپنے باپ کے گھر ہو یا اپنے شوہر کے گھر اس کا ایک جزو ہوتی ہے اس لئے اس کا فرض ہے۔ کہ وہ گھر کے اصول و قوانین کی اس طرح اطاعت

کرے، جس طرح وہ ملکی قوانین کی اطاعت کرتی ہے، اب کہ میں نے تم میں سے ہر ایک کی غلطی واضح کر دی ہے میرا خیال ہے کہ تم مجھ سے شادی کا حقیقی مقصد معلوم کرنا چاہتی ہو تو لو سنو!۔

لڑکی کی شادی کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ وہ ایک ایسے شخص کے پہلو میں رہے جو اس کی حفاظت کرے، زندگی کی مضرتوں کو دور کرے اور اس کی منفعتوں سے بہرہ یاب ہونے میں اس کا معین و مددگار ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔

"عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم عورتوں کا لباس ہو"

اور یہ کہ لڑکی اپنے ملک کے لئے صالح اولاد پیدا کرے جس سے ملک کو نفع پہنچے اور وہ ترقی کی راہ پر گامزن ہو۔ اس اعتبار سے شادی کمزور لڑکی کے لئے ایک سچا اور طاقتور دوست فراہم کرتی ہے ۔

جو اس کا ساتھ دیتا ہے ۔ اور اس سے محبت کرتا ہے اور وہ مرد کو ایک ایسی رفیقہ سے نوازتی ہے جو زندگی کے بوجھ کو اٹھانے میں اس کا ہاتھ بٹواتی ہے اس کی راحت و مسرت کے لئے کوشاں ہوتی ہے۔ اور یہ دونوں مل کر ان بچوں کو پالتے پوستے ہیں جو ان کے دل کی ٹھنڈک اور آنکھوں کا نور ہوتے ہیں اور جن سے بڑھ کر اس دنیا میں ان کا کوئی سہارا نہیں ہوتا ۔

لڑکی سمجھتی ہے کہ شادی نام ہے آلات موسیقی کی جھنکار کا۔ شادی کی رات حجلہ عروسی کے آراستہ کئے جانے، ریشمی لباس اور زیورات سے آراستہ ہونے کا قیمتی جہیز سونے چاندی کے برتنوں اور اسی قسم کی دوسری جھوٹی نمود و نمائش کے اہتمام و انصرام کا حالانکہ شادی کی غنایت ایک نئے گھر کا آغاز اور اس کے

معاملات کی تنظیم ہے۔

اور یہ دونوں چیزیں غیر معمولی اہتمام، حکیمانہ تدبر اور صائب نظر کی طلب گار ہیں، ان حقائق کی روشنی میں شادی زندگی کا وہ نازک اور اہم مرحلہ ہے جس کے نشیب و فراز کی تعلیم حاصل کرنا لڑکی کیلئے اشد ضروری ہے اور جس کے اصول و قواعد میں مردوں کے مزاج اور طبیعت کو سمجھنا، بچوں کی پرورش و تربیت، گھر کا انتظام، سسرال کی خوشنودی اور ان کے ساتھ خوش معاملگی سے پیش آنا شامل ہیں۔ چنانچہ لڑکیوں کو چاہیے کہ جب تک وہ مناسب عمر کو نہ پہنچ جائیں، اپنی شادی کے متعلق نہ سوچیں اور اس وقت تک شادی کی طرف قدم نہ بڑھائیں جب تک انہیں اچھی طرح یقین نہ ہو جائے کہ خوش بختی و کامرانی کے مقام پر وہ پہنچنا چاہتی ہیں۔ شادی واقعتاً انہیں اس مقام تک پہنچا دے گی۔

تبصرہ

قرآن و حدیث کی روشنی میں

اس مسئلہ کو قرآن مجید نے ایک ہی فقرہ میں حل کر دیا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے :۔

نِسَاۤؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ (پ ۲ ع ۱۱)

ترجمہ :۔ "تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں"۔

زمین اگر بوئی نہ جائے تو خوراک پیدا نہیں ہوتی اور انسانی زندگی کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔ ایسے ہی ازدواجی تعلق انسان کی بقا کے لئے ہے۔ انسان مرجاتا ہے تو اس کی یادگار اس کی نسل رہتی ہے جو ازدواجی تعلق کا نتیجہ ہے۔ اگر مائی حوا نہ ہوتیں تو آدم علیہ السلام کبھی کے فوت ہوگئے ہوتے مگر اب جدھر دیکھو آدم ہی آدم ہے یہ سب ازدواجی تعلق کی برکت ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ازدواجی تعلق جتنا بہتر ہوگا اتنی ہی اس کی یادگار بہتر ہوگی۔

اَلشَّجَرَۃُ تُنْبِئُ عَنِ الثَّمَرَۃِ

(پھل درخت سے پہچانا جاتا ہے)

پس اہم مسئلہ انسان کے سامنے یہ ہے کہ اس کے ازدواجی تعلقات بہتر سے بہتر ہوں اور بہتر بنانے کی تفصیل اگرچہ بہت ہیں اور لکھنے والوں نے اس کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے لیکن قرآن مجید نے اس کو بھی مختصر الفاظ میں بیان کردیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۔ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۔

ترجمہ :۔ جیسے عورتوں کے ذمے مردوں کا حق ہے اسی کی مثل مردوں کے ذمے عورتوں کا حق ہے معروف طریقہ سے۔ اور مردوں کے لئے عورتوں پر درجہ ہے اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والے ہیں۔

(یہ تین فقرے ہیں)

(۱) پہلے فقرے میں حقوق کی مساوات کا بیان ہے۔
(۲) دوسرے فقرے میں مردوں کی بلندی کا بیان ہے۔
(۳) اور تیسرے فقرے میں اصول مقررکے خلاف کرنے والوں کو خدا کی طرف سے دھمکی دی گئی ہے۔

اب ہر فقرہ کی تھوڑی تھوڑی تشریح سنیئے تاکہ بات ذہن نشین ہو جائے اور زوجین پر واضح ہو جائے کہ ازدواجی زندگی کو بہتر بنانے کے اصول کیا ہیں۔

پہلے فقرہ کی تشریح، مساوات ان حقوق میں ہوتی ہے جو مشترکہ ہوں، جو قدرت نے کسی کے لیئے خاص کر دیئے ہوں۔ ان میں مساوات کے کچھ معنی نہیں۔۔۔۔۔،

مثلاً کھانے پینے میں اور ہر ایک کو اس کی حسب ضرورت خرچ ملنے میں تو مساوات ہو سکتی ہے لیکن حکومت ایک ہی کی ہوگی۔ کیونکہ اس میں اشتراک نہیں، اگر ہر ایک چاہے کہ میری حکومت ہو تو اس سے نظام میں خلل آجائے گا۔۔۔۔۔،

جماعتی نظام کے لیئے سکھوں کو کسی نے مشورہ دیا کہ ایک کو سردار بنالو۔ انہوں نے جواب دیا کہ سردار کس کو بنائیں۔ سب مصری کی ڈلیاں ہیں۔ اس نے کہا اگر ایسا ہے تو گھل ہی جلدی جاؤ گے۔

سو یہ ایک واضح شے ہے کہ امیر میں تعدد نہیں بلکہ امیر صرف ایک ہی ہوگا ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ایک بڑا امیر ہو، اس کے نیچے ایک چھوٹا امیر ہو پھر اس کے نیچے اور چھوٹا ہو یا مختلف محکموں میں الگ الگ امیر ہوں اور وہ سارے

مل کر ایک کے ماتحت ہوں، مگر چونکہ یہ تعدد ایک سے وابستہ ہے اس لئے درحقیقت تعدد نہیں بلکہ ڈیوٹیوں کی تقسیم ہے جیسے سفر میں کھانا تیار کرنا ہو، تو ایک لکڑیاں لاتا ہے، ایک ہنڈیا لاتا ہے پھر ایک آٹا گوندھتا ہے اور ایک آگ جلاتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس کام بانٹ دیئے جاتے ہیں لیکن ایک ان میں سرکردہ ہوتا ہے جو ان کاموں کو بانٹتا ہے ورنہ ہو سکتا ہے کہ ان میں کسی کام کیمتعلق نزاع ہو جائے۔ ایک کہے کہ میں یہ کام کرتا ہوں، دوسرا کہے نہیں میں کروں گا۔

اس بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"جب سفر میں تین ہوں تو ایک کو امیر بنا لیں"

غرض تقسیم کار متعدد امارتیں نہیں بلکہ امارت ایک ہی ہے پس جب امارت میں تعدد نہ ہوا تو اب فقرہ (وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ) کا یہ مطلب ہوگا کہ اشتراکی حقوق میں عورتیں مردوں کے برابر ہیں رہا معروف طریقہ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض حقوق کی نوعیت الگ ہوتی ہے مثلاً مرد کی زینت میں اور عورت کی زینت میں فرق ہے عورت کو زیورات کی ضرورت ہے مرد کو زیور کی ضرورت نہیں مرد کا لباس اور ہوتا ہے اور عورت کا اور۔ بلکہ عام دستور کے مطابق کپڑوں کی گنتی میں بھی فرق ہے سو اس میں مساوات کے یہ معنی ہوں گے کہ ہر ایک کو اس کی حسب ضرورت دیا جائے جیسے کھانے وغیرہ میں بھی مساوات کے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک اپنی ضرورت پوری کرے نہ یہ کہ ایک دو روٹیاں کھائے تو دوسرا جو ایک روٹی کھاتا ہے کہے کہ میں بھی دو کا حساب برابر لوں گا۔ بہر صورت ہر موقعہ پر معروف طریقہ پیش نظر ہوگا۔

دوسرے فقرے کی تشریح، نظام دو طرح کا ہے ایک حقیقی اور ایک عارضی جیسے سفر حضر میں ہم مل کر ایک کو امیر منتخب کر لیتے ہیں اور اس کے ماتحت کام کرتے ہیں۔ حالات کے تحت یہ نظام بدلتا رہتا ہے یہ ضروری نہیں کہ جو ماتحت ہے وہ ہمیشہ ماتحت ہی رہے بلکہ کبھی ماتحت امیر بن جاتا ہے اور امیر ماتحت۔ اور حقیقی نظام وہ ہے جو قدرت کی طرف سے ہو۔ یعنی قدرت اس نظام کو بناتی ہے اس میں کسی کا دخل نہیں ہوتا جس مقام میں کوئی ہے وہ اسی میں رہتا ہے اس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ مثلاً بندہ کو خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ اس سے خالق مخلوق کا ایک نظام تیار ہو گیا۔ اس نظام میں اگر بندہ چاہے کہ مجھے خدائی اختیار مل جائیں تو یہ ناممکن ہے خدا تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ (پ ۲۰۔ ع ۱۰)

ترجمہ، تیرا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور اختیار کرتا ہے۔ ان کا کوئی اختیار نہیں پاک ہے اور بلند ہے اس شے سے جو شریک کرتے ہیں۔

اگرچہ یہ عقلی چیز ہے اور عقل اس بات کا فیصلہ کرتی ہے کہ خدا خدا ہے اور بندہ بندہ .... لیکن عوام جہلاء اس میں بھی دھوکا کھا جاتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ بندہ جب خدا تعالیٰ کا مقرب بن جاتا ہے تو اس کو خدائی اختیار مل جاتے ہیں۔ پھر جو چاہتا ہے کر سکتا ہے اور ایسے بندہ کے ہاتھ پر جو کبھی خرق عادات اور معجزات ظاہر ہوتے ہیں حالانکہ ان کی حقیقت کچھ اور ہوتی

ہے، چنانچہ ہم نے اپنی کتاب "توحید الرحمٰن" میں اس کی خوب وضاحت کی ہے خدا تعالیٰ نے عوام جہلاء کو سمجھانے کے لئے اور ان کو دھوکا سے بچانے کیلئے ایک اور نظام حقیقی قائم کر دیا اور وہ اجراء نبوت اور انزال کتب ہے۔

اس نظام میں نبی مطاع ہوتا ہے اور امت مطیع ہوتی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ (پ ۵ ع ۷)

ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

یہ خدائی نظام ہے اس میں تبدیلی کی گنجائش نہیں اگر لوگ چاہیں کہ رسول ہماری موافقت کرے تو نظام بگڑ جائے گا۔

لَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ (پ ۱۸ ع ۴)

ترجمہ:۔ اگر حق لوگوں کی خواہشات کے پیچھے لگتا تو آسمان و زمین اور جو ان میں ہیں سب خراب ہو جاتے۔

ایک جگہ اور فرمایا:۔

وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ۔ (پ ۲۶ ع ۱۳)

ترجمہ:۔ اس بات کو جان لو کہ بے شک تم میں اللہ کا رسول ہے اگر بہت سے کاموں میں تمہاری اطاعت کرے تو تم مشقت میں

پڑ جاؤ گے۔

یہی وہ نظام ہے جس سے اول امت کی اصلاح ہوئی اور جس کی برکت سے اسلام انتہائی عروج کو پہنچا۔ اگر آج بھی حکومت اس نظام کو چلا دے تو اسلام پر پہلی بہار آجائے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔

لَنْ يُّصْلِحَ اٰخِرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا مَا اَصْلَحَ اَوَّلَهَا۔

یعنی اخیر امت کی اصلاح اسی شے سے ہو سکتی ہے جس سے اول امت کی اصلاح ہوئی۔

امام مالکؒ کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی امت کی اصلاح ہوگی۔ خدائی نظام سے ہوگی۔ اگر کوئی اپنا قانون بنا کر اصلاح چاہے تو وہ اصلاح نہیں بلکہ بگاڑ ہے اور یہی حکومت الٰہیہ ہے جس کے لئے جماعت اسلامی کوشاں ہے لیکن انہوں نے مقاصد کو توابع اور توابع کو مقاصد بنا دیا اس لئے وہ بھی بہک گئے ؎ چنانچہ اس کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب "انسانی زندگی کا مقصد" میں کی ہے۔

یہ خدائی نظام بڑا ہے، اس کے تحت کئی چھوٹے چھوٹے خدائی نظام ہیں (۱) آقا اور غلام کا نظام لیکن یہ نظام ایک لحاظ سے حقیقی ہے ایک لحاظ سے عارضی۔ چونکہ غلامی کا طوق خدا کی طرف سے گلے میں پڑتا ہے جس کا باعث جہاد (اسلامی جنگ) ہے اس لئے اس لحاظ سے یہ حقیقی ہے اور آقا

ؔ یہ کتاب مکتبہ عزیزیہ رام گلی نمبر ۵ چوک دالگراں لاہور سے مل سکتی ہے ہدیہ ۷۵ پیسہ

کے ہٹانے سے یعنی اس کے آزاد کرنے سے غلامی دور ہو جاتی ہے اس لحاظ سے یہ عارضی ہے

بہرصورت یہ بھی ایک چھوٹا سا نظام ہے جس میں آقا ہمیشہ مطاع اور غلام مطیع ہوتا ہے۔

(۲) خاوند اور بیوی کا نظام۔ اس نظام میں خاوند مطاع ہے اور بیوی مطیع ہے چونکہ مطاع کا مقام بڑا ہوتا ہے اس لئے اس میں زیادہ طرہ بیان ہونی چاہیئے، اس بناء پر فرمایا :-

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ

یعنی مردوں کے لئے عورتوں پر بلندی ہے

اس بلندی کی تفسیر دوسری آیت کرتی ہے

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ (پ ۵ ع ۳)

ترجمہ :- مرد عورتوں پر قیّم (حاکم) ہیں یہ سبب اس کے کہ اللہ تعالےٰ نے بعض کو بعض پر ذاتی فضیلت دی ہے اور یہ سبب اس کے کہ مردوں نے اپنے مالوں سے خرچ کیا ہے۔

ذاتی فضیلت یہ ہے کہ مرد بدنی طاقت، حوصلہ، صبر، استقلال، عقل، فکر، دور اندیشی، وغیرہ میں عورت سے زیادہ ہے۔ اگرچہ بعض دفعہ عورت کسی چیز میں بڑھ جاتی ہے۔

مگر عام حالات میں پیدائشی طور پر مرد زیادہ ہے۔ اس بناء پر یہ مقولہ مشہور ہے

اَلرَّجُلُ خَيْرٌ مِّنَ الْمَرْأَةِ

یعنی مرد کی جنس عورت کی جنس سے بہتر ہے اور اس بناء پر عورت کو صنف نازک کہا جاتا ہے۔

اور خرچ سے مراد یہ ہے کہ مرد مہر دیتا ہے نان و نفقہ دیتا ہے۔ دیگر ضروریات زندگی پوری کرتا ہے .... اگرچہ کبھی عورت بھی مرد کو کھلا سکتی ہے اور اس کی ضروریات پوری کر سکتی ہے۔ مگر عام حالات اس کے موافق نہیں تفصیل اس کی یہ ہے۔

یہاں دو طرح کے کام سامنے ہیں گھر کے اور باہر کے۔ گھر کا انتظام عورت کرتی ہے اور باہر کا مرد ـــــــ اگر مرد گھر میں رہے اور گھر کے کام کرے اور عورت باہر جائے اور کما کر لائے یہ قدرتی نظام کے خلاف ہے۔ عورت کا وجود اور اس کی ساخت اس قابل نہیں کہ وہ تجارتی کاروبار میں باہر نکلے، اکیلی سفر کرے یا محنت مزدوری کرے یا ملازمت کے سلسلے میں ملٹری یا پولیس میں بھرتی ہو یا بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کر کے بڑے بڑے عہدوں پر پہنچے کیونکہ عورت اکثر عالم میں قاصر رہتی ہے اس کے علاوہ عورت حاملہ ہوتی ہے پھر بچہ جنتی ہے پھر دودھ پلاتی ہے در بچہ کی تربیت کرتی ہے۔ اس عرصہ میں اس کی حالت مریض سے کم نہیں ہوتی لیسے حالات میں وہ قابل کمائی ہی نہیں تو خرچ کا بوجھ کس طرح برداشت کر سکتی ہے آن مجید نے بھی یہی نقشہ پیش کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ

اِلَیَّ الْمَصِیْرُ۔ (پ ۲۱ ع ۱۱)

ترجمہ۔ یعنی ماں بچے کے ساتھ حاملہ ہوتی ہے۔ دن بدن اس کی کمزوری بڑھتی ہے اور دو سال دودھ پلاتی ہے۔ اس لئے ہم نے انسان کو وصیت کی کہ میرا اور والدین کا شکر ادا کر۔ میری طرف ہی لوٹنا ہے۔

جو لوگ عورت کو باہر نکالتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ عورت مرد کے دوش بدوش رہے اور مرد کے سے کام کرے وہ قدرت کا مقابلہ کرتے ہیں اور انتظام کو بگاڑتے ہیں عورت گھر کی زینت ہے اور خدا نے اس کو گھر سنوارنے کے لئے پیدا کیا ہے اور باہر کے لئے مرد ہے۔

خلاصہ، یہ کہ ازدواجی تعلق ایک چھوٹی سی ریاست ہے جس میں خاوند امیر ہے اور عورت وزیر ہے اور اولاد رعایا ہے۔ ہر ایک کو چاہیئے کہ اپنی اپنی ڈیوٹی سنبھالے........ عورت مشورہ دے سکتی ہے حکم نہیں چلا سکتی اور خاوند کا حکم مستبدانہ نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ مشورہ سے کام کرے۔ ہاں اختلاف رائے کی صورت میں خاوند کی رائے مقدم ہوگی۔ یہی وَلِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ کی تفسیر ہے اور یہی امارت کا مطلب ہے۔

بعض دفعہ عورتوں کے دلوں میں یہ رشک پیدا ہوتا ہے کہ خدا نے ہمیں نیچے کیوں کر دیا۔ بلکہ بعض عورتوں سے ہم نے یہاں تک سنا ہے کہ خدا مرد ہے اس لئے مردوں کی رعایت کرتا ہے اور مرد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ اپنے لئے مردوں والے الفاظ استعمال کرتا ہے۔

مثلاً کہتا ہے۔

وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ
وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ
(پ ۱۱ ع ۸)

ترجمہ:۔ یعنی اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف دعوت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے۔ سیدھے راہ کی ہدایت کرتا ہے اگر عورت ہوتا تو کہتا سلامتی کے گھر کی طرف دعوت دیتی ہے اور جس کو چاہتی ہے سیدھے راہ کی ہدایت کرتی ہے

اصل میں یہ کم عقلی اور بے وقوفی کی باتیں ہیں، خدا نہ مرد ہے نہ عورت وہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ ہے۔ یعنی کوئی اس کی مثال نہیں اور مردوں کے الفاظ اس لئے استعمال کرتا ہے کہ مرد کو شرف ہے۔ رہا عورت کا ماتحت ہونا تو یہ قدرتی نظام ہے جیسے خدا تعالیٰ نے اولاد کو والدین کے لئے ماتحت کردیا ہے ایسے عورت مرد کے ماتحت ہے اور جیسے اولاد ماں باپ سے پیدا ہوتی ہے ایسے مائی حوا بھی آدم ؑ کی پسلی سے پیدا ہوئی ہیں۔ پس عورت کے لئے ماتحتی ہی موزوں ہے اس کے علاوہ یہ اونچ نیچ مقصد نہیں بلکہ ہر ایک کے حال کے موافق اپنی اپنی ڈیوٹی ہے تاکہ ایک نظام کے ماتحت اپنی عارضی زندگی گذار کر حیاتِ ابدی حاصل کریں جو اصل مقصد ہے جس میں ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال کے موافق درجات ملیں گے سو دنیا میں جس حالت میں کوئی ہے اسی حالت میں اعمال کی کوشش کرے، اسی میں کامیابی ہے۔

تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں ہے۔ بعض عورتوں نے کہا کاش،
"ہم مرد ہوتیں اور مردوں والے کام کرتیں۔ مثلاً خروج کرتیں
جہاد کرتیں شہادت کا درجہ پاتیں وغیرہ وغیرہ"
اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتار دی۔ (ص ۴۸۸)

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔

ترجمہ:۔ بعض کو بعض پر جو اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی ہے اس کی آرزو مت کرو مردوں کے لئے حصہ ہے اس شئ سے جو کمائی انہوں نے اور عورتوں کے لئے حصّہ ہے اس شئے سے جو کمائی انہوں نے اور اللہ تعالیٰ سے فضل مانگو، بے شک اللہ تعالیٰ ہر شئ کو جاننے والا ہے۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک پر اس کی طاقت کے موافق بوجھ ڈالا ہے اور اجر جو کچھ ملتا ہے وہ ڈیوٹی کی تکمیل پر ملتا ہے اس بناء پر تھوڑی طاقت والے کے تھوڑے کام کی وہی حیثیت ہے جو زیادہ طاقت والے کے زیادہ کام کی ہے۔ پس ایسی حالت میں ایک دوسرے کے مرتبہ کی آرزو فضول ہے بلکہ تمہیں چاہیے کہ جس مرتبہ میں ہو اسی مرتبہ میں اپنی ڈیوٹی کی تکمیل میں کوشش کرو، اور اللہ تعالیٰ سے فضل مانگو جو بہت وسیع اور بے انداز ہے
— لیکن یہ فضل دیتا اسی کو ہے جو اہل ہو اور اہل وہی ہے جو اس کے حکم کی پوری تکمیل کرے۔ جس کو خدا اچھی طرح جانتا ہے کیونکہ وہ ہر شئ

کو جلنے والا ہے۔ میرے خیال میں عورت کو اپنے مقام پر خوش رہنا چاہیئے کیونکہ اس کی ذمہ داریاں تھوڑی ہیں اور مرد کی ذمہ داریاں بڑی ہیں وہ خطرے کے مقام میں ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے امارت اور حکومت سے بھاگتے ہیں بلکہ چھوٹے چھوٹے عہدے قضا اور جج تک اختیار کرنے سے گریز کرتے ہیں بزرگوں کے حالات پڑھو، کیسے عبرت خیز اور نصیحت آمیز ہیں۔ بڑی بڑی مصیبتیں برداشت کیں اور سزائیں بھگتیں بلکہ کئی جیل خانوں میں وفات پا گئے مگر یہ عہدے اختیار نہیں کئے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس کی ذمہ داریاں بڑی ہیں اسی لئے احادیث میں بھی اس سے بہت ڈرایا گیا ہے۔

ملاحظہ ہو مشکوٰۃ شریف کتاب الامارہ وغیرہ

عورت بہت خوش قسمت ہے عمل اس کا تھوڑا ہے اور اجر اس کا زیادہ ہے اور نجات اس کی بہت آسان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت پانچ نمازیں پڑھے اور ماہ رمضان کے روزے رکھے اور جس دن مرے خاوند ناراض نہ ہو (خواہ اخیر وقت معافی مانگ کر ہی راضی کر لے) تو مرتے ہی اس کے لئے آٹھوں دروازے جنت کے کھل جاتے ہیں۔

سبحان اللہ کتنی بڑی خوشخبری ہے جس پر مرد کو بھی رشک آتا ہے لیکن مرد کو چاہیئے کہ رشک کی بجائے خدا تعالیٰ سے دعا کرے کہ اپنے مقام پر رہ کر عہدہ برآ ہونے کی توفیق بخشے۔ کیونکہ رشک اس کی مرضی کے خلاف ہے۔ ورنہ پہلے ہی وہ اس کو اس مقام میں پیدا نہ کرتا اور اسی لئے فرمایا:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ

پس ہر ایک کو چاہیئے کہ اپنے مقام میں عمل کی کوشش کرے۔ واللہ الموفق

نوٹ :۔ تفسیر ابن کثیر کے اس مقام میں لکھا ہے کہ

مردوں نے جب دیکھا کہ دنیا میں ہمیں عورتوں پر فضیلت ہے ، تو آرزو کی کہ ہمارے اعمال کا ثواب بھی دوگنا ہونا چاہیئے۔ اس کا جواب بھی اللہ تعالیٰ نے اس آیت (ولا تتمنوا) سے دیا۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ یہ کمی بیشی اصل مقصد نہیں بلکہ دنیا ایک نظام ہے آخرت کا معاملہ علیحدہ چیز ہے اس کی بنا حسب طاقت کوشش پر ہے جس کی طاقت زیادہ ہے اس پر زیادہ بوجھ ہے اور ثواب کوشش کے موافق عمل کرنے میں ہے اگر دونوں پوری طاقت خرچ کریں تو ثواب یکساں ہے اگر کمی بیشی ہوگی تو ثواب بھی کم و بیش ہوگا وجہ اس کی یہ ہے کہ خدا کا معاملہ بندوں کی طرح نہیں۔ بندہ محتاج ہے خدا محتاج نہیں۔ بندے کا کام کوئی زیادہ کرلے تو بندہ اس کا معاوضہ زیادہ دیتا ہے۔ اگر تھوڑا کرے تو تھوڑا۔ برخلاف خدا کے اس کو کسی کی ضرورت نہیں اس کی طرف سے بندہ کو جو کچھ ملتا ہے وہ حقیقت میں بطور انعام ملتا ہے۔ پس وہ بندے کا دل لیتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اس کو میرے ساتھ کتنا تعلق ہے۔ سو جو اپنی طاقت کے موافق اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتا ہے ، وہ پورا بندہ بن جاتا ہے اور انعام الٰہی کا مستحق ہو جاتا ہے خواہ طاقت تھوڑی ہو یا زیادہ ۔ مثلاً ایک شخص کے پاس لاکھ روپیہ ہے وہ ایک ہزار روپیہ خیرات کردے۔ اور ایک غریب ہے اس کے پاس کل چار آنے ہیں وہ ایک دو

آنہ دیدے تو یہ ہزار دینے والے سے اجر میں بڑھ جائے گا۔ کیونکہ ہزار والے کے دل پر اتنا بوجھ نہیں جتنا اس غریب کے دل پر بوجھ پڑا ہے۔ پس اس کی قربانی ہزار والے سے زیادہ ہے اس لیئے اس کا انعام بھی زیادہ ہے لیکن دنیوی لحاظ سے ہزار والے کی زیادہ قدر ہے۔ مثلاً یہی ہزار روپیہ کسی انجمن میں دے تو وہ اس کی بڑی قدر کرے گی اس کو ممبر بنائے گی یا کوئی اور بڑا عہدہ دے گی یا کسی الیکشن میں اس کو امداد دے گی وغیرہ وغیرہ۔ برخلاف غریب کے اس کی کوئی قدر نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ بندے کام کو دیکھتے ہیں اور خدا دلوں کو دیکھتا ہے۔ پس مردوں اور عورتوں کو چاہیئے کہ مل کر اس نظام کو چلائیں اور اپنی اپنی ذمہ داری بھگتائیں، اور فضول آرزوں میں نہ پڑیں، اس میں خدا کی ناراضگی ہے۔ خدا اس سے بچائے اور منزل مقصود تک پہنچائے۔ آمین

تنبیہ، بہتر نظام وہ ہے جس میں دل ملے ہوئے ہوں اور آپس میں اتفاق و محبت ہو اور اگر دل میں خلوص نہ ہو اور اتفاق و محبت سے خالی ہوں، تو ایسے نظام میں خیر و برکت نہیں۔ خاص کر جہاں رشک یا حسد وغیرہ ایسی بیماریاں پیدا ہو جائیں وہاں بجائے فائدہ کے نقصان زیادہ ہوتا ہے۔ اس بنا پر ہم چاہتے ہیں کہ آخر میں چند اوصاف کی تشریح کر دیں جن کی حقیقت سمجھنے کے بعد نظام بہتر بنانے میں مدد ملے۔

حسد یا رشک

حسد اس کو کہتے ہیں کہ کسی میں کمال دیکھ کر کڑھنا اور تنگ ہونا اور چاہنا

کہ یہ کمال اس سے زائل ہو جائے۔ پھر اس کی دو صورتیں ہیں۔
ایک یہ کہ اس کا کمال برداشت نہ کرے اور چاہے کہ یہ کمال مجھے ملے۔۔
اس کو فارسی میں رشک کہتے ہیں۔
دوسری صورت یہ ہے کہ مجھے نہ ملے یا نہ اس کے پاس رہے۔ یہ قسم حسد کی پہلی قسم سے سخت ہے۔ کیونکہ پہلی میں اگرچہ دوسرے کا برا چاہتا ہے لیکن اپنا تو بھلا چاہتا ہے۔
دوسری قسم محض دشمنی ہے۔ نہ اپنے بھلے کے لئے نہ دوسرے کے بھلے کے لئے ____________ اور اس کے مقابلے میں غِبْطَہ ہے وہ یہ ہے کہ دوسرے میں کمال دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ میں بھی اس کی مثل ہو جاؤں اردو میں اسے ریس کہتے ہیں حسد برا ہے ریس جائز ہے۔ بعض دفعہ ریس پر بھی حسد کا لفظ بول دیتے ہیں۔
چنانچہ مشکوٰۃ باب فضائل القرآن فصل اول ص۱۸۴ میں ہے۔
عَنِ ابْنِ عُمَرَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاحَسَدَ اِلَّا عَلَی اثْنَیْنِ رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ الْقُرْاٰنَ فَھُوَ یَقُوْمُ بِہٖ اٰنَاءَ اللَّیْلِ وَاٰنَاءَ النَّھَارِ (متفق علیہ)
ترجمہ:۔ عبداللہ بن عمر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسد صرف دو شخصوں پر چاہیئے ایک جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن دیا ہے وہ رات دن کی گھڑیوں میں اس کے ساتھ قیام کرتا ہے۔ دوسرا وہ جس کو خدا نے مال دیا ہے وہ رات دن کی گھڑیوں

میں اس سے (رضاءِ الٰہی کے لئے) خرچ کرتا ہے۔

(بخاری مسلم نے اس کو روایت کیا)

اس حدیث میں حسد سے مراد ریس ہے۔ حسد کا لفظ اس لئے استعمال کیا کہ حاسد کی جدوجہد حد سے زیادہ ہوتی ہے۔ پس حسد کا لفظ بول کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توجہ دلائی کہ ان دونوں شخصوں کی ریس کرنے میں حاسد ایسی کوشش کرنی چاہیئے اور ان دونوں کو اس لئے خاص کیا کہ مال ہی دنیا میں ایک ایسی چیز ہے جس کے ذریعہ انسان کی قریباً ضرورت پوری ہو سکتی ہے اور دنیوی لحاظ سے مال میں مقابلہ چونکہ شرع میں اچھی چیز نہیں اس لئے شارح نے اس کو آخرت کی طرف پھیر دیا اور فرمایا کہ مال میں ایسے شخص کا مقابلہ کرو جو مال کے ذریعہ خدا کی رضا حاصل کر رہا ہے اور چونکہ خدا کا کلام رضا الٰہی حاصل کرنے کے لئے مال سے بھی زیادہ ہے۔ بلکہ دارومدار ہی اسی پر ہے اس لئے اس کی اہمیت بتلانے کے لئے اس کو پہلے ذکر کیا۔

حیاء اور خجل

حیاء اپنے آپ کو ہلکا سمجھ کر کسی کے سامنے بولنے کی جرأت نہ کرنا یا ایسی حرکت سے بچنا جس سے اس کی دوسرے کی نظر میں خفت ہو اس کو حیاء کہتے ہیں اور اگر کوئی اس کے عیب پر مطلع ہو جائے جس کو یہ ظاہر نہ کرنا چاہتا ہو اور اس سے اس کے دل میں شکستگی سی پیدا ہو جائے جس سے وجود ڈھیلا پڑ جائے اور چہرہ پر زردی چھا جائے یہاں تک کہ بعض دفعہ پسینہ بھی آجاتا ہے۔ اس کو خجل اور شرمندگی کہتے ہیں۔ یہ وصفیں اچھی ہیں۔ کیونکہ برائی سے روکتی ہیں۔ حدیث میں ہے۔

قدیم سے جو کلام نبوت کی زبان پر چلی آرہی ہے وہ یہ ہے:۔

اِذَا لَمْ تَسْتَحِیْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ

یعنی جب تو شرم نہ کرے تو جو چاہے کر۔

اسی لئے مشہور ہے: "بے حیا باش ہرچہ خواہی کن" خاص کر عورت کے لئے
ایک قسم کی زینت ہے اور بے شرمی اس کے لئے بڑی ننگ اور عار ہے
جاوز ابن حجر یں ہے مد ۸۸

مِنْ بَعْضِ الْحُکَمَاءِ اَرْبَعَۃٌ حَسَنٌ وَلٰکِنْ اَرْبَعَۃٌ مِنْهَا اَحْسَنُ
الْحَیَاءُ مِنَ الرِّجَالِ حَسَنٌ وَّلٰکِنَّهٗ مِنَ النِّسَاءِ اَحْسَنُ
وَالْعَدْلُ مِنْ کُلِّ اَحَدٍ حَسَنٌ وَّلٰکِنَّهٗ مِنَ الْاُمَرَاءِ اَحْسَنُ
وَالتَّوْبَۃُ مِنَ الشَّیْخِ حَسَنٌ وَلٰکِنَّهٗ مِنَ الشَّابِّ اَحْسَنُ وَالْجُوْدُ مِنَ
الْاَغْنِیَاءِ حَسَنٌ وَّلٰکِنَّهٗ مِنَ الْفُقَرَاءِ اَحْسَنُ۔

ترجمہ: بعض داناؤں نے کہا ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں جو بعض لوگوں سے تو اچھی معلوم ہوتی ہیں مگر کچھ لوگوں سے بہت اچھی معلوم ہوتی ہیں، جن میں سے ایک شرم و حیا ہے یہ چیز مردوں میں پائی جائے تو واقعی اچھی ہے لیکن اگر وہ عورتوں میں ہو تو اس کی خوبی درجہ کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ دوسری چیز انصاف ہے کون ایسا ہے جس میں عدل و انصاف پایا جائے اور اس کی مدح وثنا نہ ہوتی ہو لیکن یہ خوبی امراء میں پائی جائے تو اس کی جلالت شان میں کسے شبہ ہو سکتا ہے۔ تیسری چیز تو یہ ہے۔

کوئی بوڑھے میاں گناہوں سے توبہ کریں تو واقعی بھلی بات ہے لیکن کوئی نوجوان اگر عین عالمِ شباب میں گناہوں سے توبہ کرے تو اس کے دامنِ تقدس کو چار چاند لگ جائیں گے چوتھی چیز جود و سخا ہے یہ خوبی اگر مالداروں میں پائی جائے تو قابل تعریف ہے لیکن اگر غریبوں میں موجود ہو تو وہ نہ صرف قابل تعریف ہے بلکہ وہ ہاتھ چوم لینے کے لائق ہیں جو محنت سے کچھ حاصل کرتے ہوں اور پھر اپنا پیٹ کاٹ کر اللہ کے راستے میں لٹا دیتے ہوں اور اس میں انہیں روحانی کیفیت و سرور نصیب ہوتا ہو۔

تنبیہ | یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ کوئی وصف خواہ کیسی ہی اچھی ہو لیکن افراط تفریط سے اس میں خرابی آجاتی ہے مثلاً رحم کرنا اچھا ہے مگر ظالم پر رحم اچھا نہیں اسی طرح سخاوت اچھی چیز ہے مگر نااہل اس کے قابل نہیں ایسے ہی شرم و حیاء کو سمجھ لینا چاہیئے۔ شرم و حیاء کی تعریف احادیث میں بہت آئی ہے۔ ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، ایمان کی کچھ اوپر ستر شاخیں ہیں۔ اعلیٰ شاخ لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے اور ادنیٰ شاخ راستہ سے تکلیف والی شی کا دور کرنا ہے (جیسے کانٹے پتھر وغیرہ) اور شرم حیا بھی ایمان کی شاخوں سے ایک شاخ ہے[1] نیز عمران بن حصین رضؓ

---

[1] ان شاخوں کی تفصیل معلوم کرنی ہو تو ہماری کتاب " انسانی زندگی کا مقصد" پڑھیں قیمت ۱۲ آنے، ملنے کا پتہ۔ مکتبہ تنظیم اہلحدیث چوک دالگراں۔ لاہور

سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شرم وحیا ساری کی ساری بھلائی ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ انسان جب اکیلا ہو تو اس کے ننگا ہونے میں کیا حرج ہے آپ نے فرمایا تیرے ساتھ وہ ہستیاں ہیں جن کو تو نہیں دیکھتا ان کا احترام کر مطلب آپ کا یہ تھا بلا ضرورت ننگا ہونا اچھا نہیں ورنہ نہانے وغیرہ کے لئے ننگا ہونا ثابت ہے چنانچہ بخاری وغیرہ میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جنگل میں نہانے کے لئے ننگے ہوئے ہاں جتنا احتیاط ہو سکے بہتر ہے بلکہ حضرت عائشہ رضؓ یہاں تک فرماتی ہیں کہ باوجود خاوند بیوی کے تعلقات کے نہ میں نے آپ کا ننگ دیکھا نہ آپ نے میرا اور حضرت عثمان رضؓ کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے کبھی اپنی شرمگاہ بھی نہیں دیکھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شرم کے بارے میں ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضؓ کے گھر میں تھے گھٹنا ننگا تھا۔ حضرت ابوبکر رضؓ آئے آپ بدستور بیٹھے رہے پھر عمر رضؓ آئے تب بھی آپ نے کوئی حرکت نہ کی، اس کے بعد عثمان رضؓ آئے آپ فوراً سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور گھٹنا ڈھانک لیا۔

حضرت عائشہ رضؓ نے تعجباً کہا یا رسول اللہ ابوبکر رضؓ آئے پھر عمر آئے۔ آپ نے ان کا اتنا احترام نہیں کیا۔ عثمان رضؓ آئے تو آپ نے جلدی سے سیدھے ہو کر گھٹنا ڈھانک لیا اس کی کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا۔ میں کیوں اس سے شرم نہ کروں جس سے فرشتے بھی شرم کرتے ہیں اور بعید نہیں تھا کہ اس حالت میں وہ مجھ پر اپنی حاجت بھی پیش نہ کر سکتے اور واپس ہو جاتے۔

کوئی بوڑھے میاں گناہوں سے توبہ کریں تو واقعی بھلی بات ہے لیکن کوئی نوجوان اگر عین عالم شباب میں گناہوں سے توبہ کرے تو اس کے دامنِ تقدس کو چار چاند لگ جائیں گے چوتھی چیز جود و سخا ہے یہ خوبی اگر مالداروں میں پائی جائے تو قابل تعریف ہے لیکن اگر غریبوں میں موجود ہو تو وہ نہ صرف قابل تعریف ہے بلکہ وہ ہاتھ چوم لینے کے لائق ہیں جو محنت سے کچھ حاصل کرتے ہوں اور پھر اپنا پیٹ کاٹ کر اللہ کے راستے میں لٹا دیتے ہوں اور اس میں انہیں روحانی کیفیت و سرور نصیب ہوتا ہو۔

تنبیہ | یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ کوئی وصف خواہ کیسی ہی اچھی ہو لیکن افراط تفریط سے اس میں خرابی آجاتی ہے مثلاً رحم کرنا اچھا ہے مگر ظالم پر رحم اچھا نہیں اسی طرح سخاوت اچھی چیز ہے مگر نااہل اس کے قابل نہیں ایسے ہی شرم و حیاء کو سمجھ لینا چاہیئے۔ شرم و حیاء کی تعریف احادیث میں بہت آئی ہے۔ ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، ایمان کی کچھ اوپر ستر شاخیں ہیں۔ اعلیٰ شاخ لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے اور ادنیٰ شاخ راستہ سے تکلیف والی شی کا دور کرنا ہے (جیسے کانٹے پتھر وغیرہ) اور شرم حیا بھی ایمان کی شاخوں سے ایک شاخ ہے[1] نیز عمران بن حصین رضؓ

---

[1] ان شاخوں کی تفصیل معلوم کرنی ہو تو ہماری کتاب " انسانی زندگی کا مقصد" پڑھیں قیمت ۱۲ آنے، ملنے کا پتہ۔ مکتبہ تنظیم اہلحدیث چوک دالگراں۔ لاہور

سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شرم وحیا ساری کی ساری بھلائی ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ انسان جب اکیلا ہو تو اس کے ننگا ہونے میں کیا حرج ہے آپؐ نے فرمایا تیرے ساتھ وہ ہستیاں ہیں جن کو تو نہیں دیکھتا ان کا احترام کر مطلب آپ کا یہ تھا بلا ضرورت ننگا ہونا اچھا نہیں ورنہ نہانے وغیرہ کے لئے ننگا ہونا ثابت ہے چنانچہ بخاری وغیرہ میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جنگل میں نہانے کے لئے ننگے ہوئے ہاں جتنا احتیاط ہو سکے بہتر ہے بلکہ حضرت عائشہ رضؓ یہاں تک فرماتی ہیں کہ باوجود خاوند بیوی کے تعلقات کے نہ میں نے آپؐ کا ننگ دیکھا نہ آپ نے میرا اور حضرت عثمان رضؓ کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے کبھی اپنی شرمگاہ بھی نہیں دیکھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شرم کے بارے میں ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضؓ کے گھر میں تھے گھٹنا ننگا تھا۔ حضرت ابو بکر رضؓ آئے آپؐ بدستور بیٹھے رہے پھر عمر رضؓ آئے تب بھی آپؐ نے کوئی حرکت نہ کی، اس کے بعد عثمان رضؓ آئے آپ فوراً سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور گھٹنا ڈھانک لیا۔

حضرت عائشہ رضؓ نے تعجباً کہا یا رسول اللہ ابو بکر رضؓ آئے پھر عمر آئے۔ آپؐ نے ان کا اتنا احترام نہیں کیا۔ عثمان رضؓ آئے تو آپؐ نے جلدی سے سیدھے ہو کر گھٹنا ڈھانک لیا اس کی کیا وجہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ میں کیوں اس سے شرم نہ کروں جس سے فرشتے بھی شرم کرتے ہیں اور بعید نہیں تھا کہ اس حالت میں وہ مجھ پر اپنی حاجت بھی پیش نہ کر سکتے اور واپس ہو جاتے۔

غرض شرم وحیاء بہت اچھی چیز ہے اور اس میں جتنا احتیاط ہو اچھا ہے، مگر اس کے باوجود بعض جگہ اس سے نقصان بھی پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ بخاری کتاب العلم میں ہے کہ شرم وحیا والا اور تکبر والا علم نہیں سیکھ سکتے متکبر تو کسی کے سامنے جھکنا پسند نہیں کرتا اور شرم وحیاء والا جرأت نہیں کر سکتا۔ ابن عباسؓ چھوٹی عمر کے تھے ۲۸ پارہ کے اخیر میں سورہ تحریم کے شروع میں رسول اللہؐ کی دو بیویوں کا ذکر ہے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شہد حرام کرنے کی کوشش کی۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ مجھے ان کا علم نہ تھا اور مجھے معلوم تھا کہ حضرت عمرؓ کو ان کا علم ہے مگر چھوٹا ہونے کی وجہ سے پوچھنے کی جرأت نہیں کر سکا۔ ایک دن میں حضرت عمرؓ کو وضو کرا رہا تھا جرأت کر کے پوچھا اور کہا اے امیر المومنینؓ ! سال گذر گیا شرم کے مارے پوچھ نہیں سکا۔

اے عبداللہ! اتنی شرم نہیں چاہیئے جب تمہیں معلوم ہو کہ میرے پاس کسی چیز کا علم ہے تو پھر دیر نہ کرو۔ وہ عورتیں (میری بیٹی) حفصہ اور عائشہ ہیں۔

ام سلیمؓ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں کہا یا رسول اللہ خدا حق سے شرم نہیں کرتا ہم کیوں کریں ؟ کیا عورت کو احتلام ہو جائے غسل کرے۔

رسول اللہ کی بیوی ام سلمہؓ اور ایک روایت میں ہے عائشہؓ پاس بیٹھی تھیں۔ انہوں نے شرم کے مارے منہ ڈھانک لیا اور ام سلمہؓ کو کہا تو نے عورتوں کے احتلام کا ذکر کر کے ان کو ذلیل کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ڈانٹ کر کہا کہ عورتیں مردوں ہی کی طبیعت ہیں اگر عورتوں کا پانی نہ ہوتا تو اولاد

ماں کے مشابہ کیوں ہوتی ہے ؟

نتیجہ یہ کہ مجبوری کے موقعہ پر مسئلے مسائل میں شرم نہیں چاہیئے۔ لیکن دنیا کی حالت آج الٹ ہے سب جگہ عریانی حد سے گذر گئی۔ اگر شرم ہے تو نیک مجالس سے ہے اور مواعظ حسنہ سے ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

شبہ مسلم شریف میں ہے کہ عمران حصین رضؓ نے جب یہ حدیث سنائی کہ شرم وحیاء ساری کی ساری بھلائی ہے، سننے والوں میں سے ایک نے کہا ساری کی ساری بھلائی نہیں بلکہ بعض خیر ہے بعض شر ہے، عمران بن حصین رضؓ جوش میں آگئے اور کہا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سناتا ہوں اور تم کہتے ہو بعض خیر ہے اور بعض شر ہے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ عمران بن حصین رضؓ جوش میں کیوں آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کیونکر صحیح ہوا ہے حالانکہ یہ معلوم بات ہے، کہ بعض جگہ شرم وحیاء سے نقصان پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ ابھی بیان ہوا ہے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ عمران بن حصین رضؓ اس لئے جوش میں آئے کہ اس شخص نے شرم وحیاء کو خیر اور شر کی طرف تقسیم کیا جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ دونوں پہلو برابر ہیں۔ حالانکہ شرم وحیاء کا خیر ہونا بہت زیادہ ہے اور شر ہونا شاذ و نادر ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرم وحیاء ساری کی ساری کو خیر اس لئے کہا تاکہ اس میں مبالغہ پیدا ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ نقصان اس کا اتنا قلیل ہے کہ حکم میں عدم کے ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سارا شعبان روزے رکھتے تھے۔ حالانکہ دوسری حدیث میں فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے سوا کسی مہینے کے سارے روزے نہیں رکھے امام

ترمذی فرماتے ہیں چونکہ شاذ و نادر چھوڑ دیتے تھے جو کسی گنتی میں نہیں اس لئے مبالغہ کے طور پر فرمایا کہ سارے شعبان کے روزے رکھتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ شرم وحیاء میں خیر اتنی زیادہ ہے کہ اس کے مقابلے میں شر کالعدم ہے۔ اس لئے یوں نہیں کہنا چاہیئے کہ بعض خیر اور بعض شر ہے۔

خدا سے شرم وحیاء

اوپر جو کچھ بیان ہوا ہے اس کا تعلق زیادہ تر بندوں سے ہے خدا سے شرم وحیاء کی صورت علیحدہ ہے۔ مشکوٰۃ باب تمنی الموت فصل ثانی ص۱۴۰ میں ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ یَوْمٍ لِاَصْحَابِہٖ اِسْتَحْیُوْا مِنَ اللّٰہِ حَقَّ الْحَیَاءِ قَالُوْا اِنَّا نَسْتَحْیِیْ مِنَ اللّٰہِ حَقَّ الْحَیَاءِ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ قَالَ لَیْسَ ذٰلِکَ وَلٰکِنْ مَنِ اسْتَحْیٰی مِنَ اللّٰہِ حَقَّ الْحَیَاءِ فَلْیَحْفَظِ الرَّاْسَ وَمَا وَعٰی وَلْیَحْفَظِ الْبَطْنَ وَمَا حَوٰی وَلْیَذْکُرِ الْمَوْتَ وَالْبِلٰی وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَۃَ تَرَکَ زِیْنَۃَ الدُّنْیَا فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِکَ فَقَدِ اسْتَحْیٰی مِنَ اللّٰہِ حَقَّ الْحَیَاءِ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے صحابہ کو فرمایا۔ اللہ سے شرم کرو جیسا شرم کرنے کا حق ہے صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ ہم اللہ سے شرم کرتے ہیں جیسے شرم کرنے کا حق ہے، آپؐ نے فرمایا یہ نہیں بلکہ اللہ سے شرم کرنے کا حق یہ ہے کہ اپنے سر کی اور جو سر میں طاقتیں ہیں ان کی حفاظت کرے (یعنی کان آنکھیں وغیرہ) اور پیٹ کی اور جو پیٹ کے اندر

(خواہش نفسانی وغیرہ) ہے اس پر کنٹرول کرے اور موت کو اور بوسیدہ ہونے کو یاد رکھے اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرتا ہے وہ دنیا کی زینت چھوڑ دیتا ہے لہٰذا جو کام کرے وہ اللہ سے شرم کرتا ہے جیسے شرم کرنے کا حق ہے۔"

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت حَیِیٌّ سَتِیْرٌ ہے یعنی وہ ذات بہت شرم والی اور بہت پردہ پوش ہے لیکن یہ اس کے لئے ہے جو اللہ سے شرم کرے۔ اس کے گناہوں پر پردہ ڈالتا ہے اور اس کو اپنے دروازے سے خالی واپس کرنے سے شرم کرتا ہے اور جس نے شرم وحیاء کا پردہ پھاڑ دیا۔ اور گناہوں کے ارتکاب پر دلیر ہوگیا یہاں تک کہ توبہ کی بھی پرواہ نہ کی ایسے شخص کے لئے خدا پردہ پوش نہیں بلکہ حدیث میں آیا ہے۔

كُلُّ اُمَّتِیْ مُعَافٰی اِلَّا الْمُجَاهِرُوْنَ (مشکوٰۃ باب حفظ اللسان)

یعنی میری ساری امت معاف ہے مگر اعلانیہ گناہ کرنے والے۔

غیرت اور الفت

اگر کسی کا عزیز کوئی ایسی حرکت کرے جس کو یہ عار اور خفت سمجھتا ہو یا کوئی دوسرا اس کے عزیز کے ساتھ ایسی حرکت کرے اور اس کی وجہ سے اس کے دل میں جوش پیدا ہو تو اس کو غیرت اور الفت کہتے ہیں اور اس کا خلاف دیوثی ہے مثلاً اس کے تعلق والی بے پردگی کرے یا اس کو کوئی دوسرا بری نظر سے دیکھے اور یہ بے پرواہ ہے تو ایسا شخص دیوث کہلاتا ہے جس کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا جو پانسو برس کے راستہ سے آتی ہے۔

غیرت میں احتیاط

جیسے غیرت کے موقعہ پر غیرت نہ کرنا بہت برا ہے اسی طرح بے موقعہ غیرت کرنا بہت برا

ہے۔ بعض لوگوں کو وہم کی بیماری ہوتی ہے ان کے دلوں میں ویسے ہی شکوک پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً اتفاقیہ اس کی بیوی یا اس کی محترمہ کہیں آ گئی یا اتفاقیہ کسی سے بات چیت کرتے دیکھ لیا تو اتنے ہی سے بدظن ہو گیا اور دل میں بٹھا لیا کہ اس کے حالات "ٹھیک" نہیں۔ حدیث میں اس سے سخت ممانعت آئی ہے کیونکہ ویسے ہی کسی پر تہمت رکھنا یہ اس کو بے عزت کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کی بے عزتی نہیں چاہتے خاص کر ایسی بے عزتی جس سے انسان کی عفت اور عصمت پر حرف آئے اس سے انسان عمر بھر کے لئے حقیر ہو جاتا ہے اور لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے۔

مشکوٰۃ باب اللعان میں جابرؓ بن عتیک سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، غیرت دو طرح کی ہے ایک غیرت تو اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں اور ایک کو بُرا جانتے ہیں۔ پسندیدہ وہ ہے جو خطرے کے موقعہ پر ہو مثلاً غیر آدمی گھر میں آتے جاتے اور اس کی بیوی یا اس کی محرّمہ اس کے ساتھ خوش طبعی سے باتیں کرے اور بُری وہ ہے جو محض وہم کی بناء پر ہو اور تکبر بھی دو طرح کا ہے ایک کو اللہ پسند کرتے ہیں اور ایک کو بُرا جانتے ہیں۔ پسندیدہ وہ ہے جو جنگ میں کفار کے مقابلہ میں ہو یا صدقہ خیرات کے وقت لوگوں کے ابھارنے کے لئے کہے کہ میں اتنا اتنا دیتا ہوں کوئی ہے جو میرے برابر دے اور بُرا وہ ہے جو ویسے فخر کے طور پر ہو۔

تنبیہ غیرت کبھی حسد کے معنی میں بھی آتی ہے جیسے سوکنوں کی آپس میں غیرت ہوتی ہے ہر ایک یہ چاہتی ہے کہ خاوند کی میرے ساتھ زیادہ محبت ہو اور میری طرف زیادہ توجہ رکھے یہ غیرت بمعنی حسد ہے اگرچہ اس میں عورتیں بے اختیار ہوتی ہیں لیکن پھر بھی کسی پر ظلم زیادتی نہیں۔ واللہ الموفق

مشکوٰۃ کے اسی مقام میں مغیرہؓ سے روایت ہے

خدا کی غیرت اور خدا کے رسولؐ کی غیرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے سردار بن عبادہؓ کے بارے میں فرمایا کہ یہ (بڑے) غیور ہیں لیکن میں اس سے بھی زیادہ غیرت والا ہوں اور خدا مجھ سے بھی زیادہ غیرت والے ہیں اور اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے بے حیائی کے کام حرام کردیئے ہیں اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ معذرت پسند ہیں وہ نہیں چاہتے کہ کسی کا کوئی عذر باقی رہ جائے۔ اسی بلئے ڈرانے والے اور خوشخبری دینے والے (انبیاء علیہم السلام) بھیجے اور اللہ سے زیادہ کسی کو مدح ثنا پسند نہیں اس لیئے جنت کا وعدہ دیا، تاکہ اس کے بندے اسی کی مدح ثنا کر کے جنت حاصل کریں

اور ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالےٰ بھی غیرت کرتے ہیں اور مومن بھی غیرت کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ کی غیرت یہ ہے کہ مومن محرمات کا ارتکاب نہ کرے۔

اور مشکوٰۃ باب صلوٰۃ الخسوف میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے امت محمدؐ! خدا کی قسم اللہ تعالےٰ سے زیادہ کوئی غیرت والا نہیں خاص کر جب کہ اس کا بندہ یا اس کی بندی زنا کا ارتکاب کرے۔

اے امت محمدؐ! خدا کی قسم اگر تم جانتے جو کچھ میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنستے اور بہت روتے۔ بخاری مسلم نے اس کو روایت کیا ہے۔

یہ حدیث آپ نے نماز گرہن کے خطبہ میں ارشاد فرمائی۔ اس خطبہ میں آپؐ نے یہ بھی فرمایا: "میں نے نماز کی حالت میں جنت دوزخ دیکھا اور میں نے دوزخ میں عورتیں زیادہ دیکھیں۔ لوگوں نے پوچھا اس کی وجہ کیا ہے فرمایا "ناشکری"

کی ناشکری اور احسان فراموشی بہت کرتی ہیں اگر ان میں سے کسی کے ساتھ زمانہ بھر احسان کرو۔ پھر تم سے تھوڑی سی تکلیف بھی دیکھ لے تو کہتی ہے کہ میں نے تجھ سے کبھی خیر نہیں دیکھی۔

اصل بات یہ ہے مرد طاقتور ہے اور اس کا ہاتھ چلتا ہے اور عورت کمزور ہے۔ اس لئے اس کی زبان چلتی ہے۔ اس بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو ہدایت فرمائی ہے تاکہ گھر کا نظام قائم رہے اور آرام و اطمینان کی زندگی بسر ہو مردوں کو فرمایا، عورتوں کے حق میں میری وصیت قبول کرو اور ان کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آؤ۔

کامل مومن وہ ہے جو خلق میں سب سے اچھا ہو اور بہتر وہ ہے، جو اپنے اہل کے ساتھ زیادہ نرم ہو اور جو بیویوں کے ساتھ حسن سلوک نہیں کرتے وہ کبھی اچھے نہیں بن سکتے اور عورتوں کو ہدایت فرمائی، بہتر عورتیں وہ ہیں جو خاوندوں کو خوش رکھیں اور ان کی اطاعت کریں اور اپنی جان و مال میں خاوندوں کی مخالفت نہ کریں اور چونکہ فطری طور پر عورت کی زبان بوجہ کمزوری کے قابو میں نہیں رہتی، خصوصاً غصہ کے وقت زبان سے کچھ نہ کچھ نازیبا الفاظ نکل جاتے ہیں اس بناء پر مردوں کو یہ بھی ہدایت فرمائی کہ تم ایسے موقع پر درگذر کرو اور ان کی زبان سے جو الفاظ نکل جاتے ہیں ان کو اہمیت نہ دو کیونکہ یہ ان کی فطری کمزوری ہے۔ جس کا سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا ہے۔ کہ عورت پسلی سے پیدا ہوئی ہے جو پسلی کا پیٹھ کی طرف زیادہ ٹیڑھا حصہ ہے۔ اگر پسلی کو سیدھا کرو تو ٹوٹ جائے گی۔ اور عورت کا ٹوٹنا طلاق ہے اور اگر اسی طرح فائدہ اٹھاؤ تو ٹیڑھا پن باقی رہے گا۔ چنانچہ مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء

وغیرہ میں اس مضمون کی احادیث بہت ہیں۔ پس مرد کو اس فطری کمزوری کی طرف دیکھنا چاہیئے اور تھوڑی تھوڑی بات پر مشتعل نہ ہونا چاہیئے۔

کیا ازواج مطہرات سے کوئی زیادہ پرہیزگار عورت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کی شخصیت سے کوئی زیادہ قابل احترام شخصیت ہوسکتی ہے لیکن باوجود اس کے کئی دفعہ ازواج مطہرات بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ناراض ہوجاتیں۔ چنانچہ مشکوٰۃ کے اسی باب میں حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک دن فرمایا (اے عائشہ رضؓ) جب تو مجھ سے راضی ہوتی ہے یا مجھ پر ناراض ہوتی ہے۔ مجھے پتہ لگ جاتا ہے میں نے کہا آپ کس طرح پہچانتے ہیں فرمایا جب تو مجھ سے راضی ہوتی ہے، اور کسی بات پر قسم کھانے کی ضرورت ہوتی ہے لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ کہتی ہے۔ یعنی محمدؐ کے رب کی قسم ہے اور جب تو مجھ پر ناراض ہوتی ہے لَا وَرَبِّ ابراھیم کہتی ہے یعنی ابراہیمؑ کے رب کی قسم ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ خدا کی قسم میں (ناراضگی میں) صرف آپؐ کا نام ہی چھوڑتی ہوں یعنی زیادہ غصہ کا اظہار نہیں کرتی یہ اسی فطری کمزوری کا اثر ہے ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی کو کیا غصہ آسکتا ہے اور چونکہ یہ فطری کمزوری ایک قسم کا بڑا نقص ہے اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو تو یہ ہدایت فرمائی کہ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے صدقہ و خیرات بہت کیا کرو۔

(ملاحظہ ہو مشکوٰۃ کتاب الایمان)

خلاصہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفیق باپ کی طرح ہر ایک کو اس کے حسب حال ہدایات فرمائی ہیں اور ارشادات گرامی سے نوازا

ہے۔ پس ہر مرد و عورت کو چاہیئے کہ ان ہدایات وارشادات کی قدر کریں اور ان کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائیں۔ تاکہ نظام بہتر سے بہتر ہو جائے اور شادی حقیقی معنوں میں خانہ آبادی بن جائے۔ واللہ الموفق

اس مضمون کا سلسلہ کافی طویل ہے۔ ابھی اس پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے مگر عموماً طبائع طوالت سے گھبرا جاتی ہے اور جی اکتا جاتا ہے۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ اب اس کو ایک حدیث پر ختم کر دیں جو سمجھنے والے کے لئے اکیلی ہی کافی ہے

اگر در خانہ کس است
یک حرف بس است

مشکوٰۃ باب الوسوسہ میں جابرؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "ابلیس کا تخت سمندر پر ہے وہاں سے اپنی فوجیں لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے بھیجتا ہے وہ واپس آکر ڈائری دیتے ہیں جتنا بڑا کوئی گناہ کراتا ہے اتنا ہی وہ اس کا مقرب بن جاتا ہے، کوئی کہتا ہے میں نے فلاں گناہ کرایا، فلاں گناہ کرایا، وہ کسی کو اہمیت نہیں دیتا اور کہتا ہے تو نے کچھ نہیں کیا۔ پھر ایک آتا ہے کہ میں فلاں کے پیچھے پڑا رہا یہاں تک کہ اس میں اور اس کی بیوی میں جدائی ڈال دی، اس پر بڑا خوش ہوتا ہے۔ اسے گلے لگا لیتا اور اپنا مقرب بنا لیتا ہے"۔

یہ ہے ابلیس کی انتہائی کوشش۔ سچ ہے جس کا خانہ خراب اس کا سب کچھ برباد، خدا تعالیٰ شیطانی فتنوں سے محفوظ رکھیں اور انجام بخیر کریں۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

عبداللہ امرتسری

فہرست کتب مکتبہ تنظیم اہل حدیث

تصانیف محدث روپڑی رح

- فتاویٰ اهلحدیث ۸۴—۰۰
- کتاب المستطاب عربی ۲۵—۰۰
- اہلحدیث کے امتیازی مسائل ۹—۰۰
- رفع الیدین اور آمین ۷—۵۰
- رد بدعات ۳—۰۰
- وسیلہ بزرگان ۲—۰۰
- عرس اور گیارھویں ۱—۵۰
- حکومت اور علمائے ربانی [illegible]

تصانیف ابن تیمیہ رح

- کتاب الوسیلہ ۲۴—۰۰
- تفسیر آیت کریمہ ۱۲—۰۰
- تفسیر سورہ اخلاص ۱۶—۰۰
- افادات ابن تیمیہ رح ۹—۰۰
- توحید کیا ہے۔ ۳—۰۰
- شرک کیا ہے۔ ۲—۵۰
- مجذوب ۱—۵۰

تصانیف مولانا ثناء اللہ امرتسری رح

- تفسیر ثنائی۔ ۱۰۰—۰۰
- قرآن مجید ثنائی۔ ۶۵—
- اہلحدیث کا مذہب۔ ۳—۰۰
- مقدس رسول ۳—۰۰
- خلافت و رسالت ۱—۵۰
- القرآن العظیم ۱—۵۰
- اجتہاد و تقلید ۲—۰۰

تصانیف فیض عالم صدیقی

- حقیقت مذہب شیعہ ۳۶—۰۰
- اختلاف امت کا المیہ ۲۰—۰۰
- سلطان ٹیپو شہید رح ۲۵—۰۰
- صدیقہ کائنات ۲۵—۰۰
- عزت رسول ۱۰—۰۰
- سیدنا حسن بن علی ۸—۲۵
- شہادت ذوالنورین رض ۹—۰۰

مکتبہ تنظیم اہلحدیث "چوک دالگراں لاہور